مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ

عالم اسلام کیلئے لمحہ فکریہ

عالم اسلام اگر دنیائے انسانیت میں نئی روح اور نئی زندگی پیدا کرنا چاہتا ہے اور دنیا کی موجودہ مادہ پرستی اور شک کو اضطراب پر فتح حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کو اپنے اندر نئی ایمانی روح، تازہ یقین اور نیا جوش وخروش پیدا کرنا ہوگا۔

عالم اسلام کو اس مقدس فریضہ کو ادا کرنے کیلئے معنوی تیاری اور اندرونی تبدیلی کی بھی ضرورت ہوگی، ظاہر ہے کہ عالم اسلام خدا ناشناس یورپ کا مقابلہ تمدن وتہذیب کے کھوکھلے مظاہر، مغربی زبانوں کی مہارت اور زندگی کے اس رنگ ڈھنگ کے اختیار کر لینے سے نہیں کرسکتا جس کو قوموں کی ترقی میں کوئی دخل نہیں، وہ اپنا پیغام اس روح اور معنوی طاقت کی مدد ہی سے پہنچا سکتا ہے جس میں یورپ روز بروز دیوالیہ ہوتا جارہا ہے۔ عالم اسلام اپنے مدمقابل پر صرف اسی صورت میں غلبہ حاصل کرسکتا ہے کہ وہ اپنے حریف سے ایمان میں فائق ہو، زندگی کی محبت اس کے دل سے نکل چکی ہو، خواہشات نفسانی کے بند سے آزاد ہو چکا ہو، اس کے افراد شہادت کے حریص ہوں، جنت کا شوق ان کے دل میں چٹکیاں لیتا ہو، دنیا کا فانی مال ومتاع ان کی نگاہ میں وقعت نہ رکھتا ہو، اللہ کے راستے کی تکلیفیں اور مصیبتیں وہ ہنسی خوشی برداشت کرتے ہوں۔ درحقیقت ایک خدا ناشناس منکر آخرت کے مقابلہ میں مومن کا یہی امتیاز ہے اور اسی بناء پر اس سے یہ توقع کی گئی ہے کہ اس میں برداشت کی طاقت زیادہ ہوگی، قرآن مجید میں ہے ''اور مخالف قوم کے تعاقب میں ہمت نہ ہارو، اگر تمہیں دکھ پہنچتا ہے تو ان کو بھی دکھ پہنچتا ہے جیسے تم کو پہنچتا ہے اور تم اللہ تعالیٰ سے ایسی چیزوں کی امید رکھتے ہو جن کی وہ امید نہیں رکھتے (النساء ۱۰۴)''

واقعہ یہ ہے کہ مومن کی طاقت اور اس کے فتح وغلبہ کا راز یہ ہے کہ اس کو آخرت کا یقین اور اللہ کے اجر وثواب کی امید ہوتی ہے، اگر عالم اسلام کے سامنے بھی تمام تر وہی دنیاوی مقاصد اور مادی منافع ہیں اور وہ بھی محض محسوسات اور مادیات کے طلسم میں گرفتار ہے، تو یورپ کو اپنی مادی طاقت صدیوں کی تیاری اور وسیع ساز وسامان کی بنا پر غلبہ اور اقتدار کا زیادہ حق ہے۔

عالم اسلام پر ایک طویل دور ایسا گزرا ہے کہ اس کو معنوی طاقت کی قیمت کا کوئی اندازہ نہیں تھا اور نہ اس کو اس کی حفاظت کی فکر تھی، نہ وہ اس کو غذا پہنچانے کی طرف متوجہ تھا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے سوتے خشک ہوتے چلے گئے اور تیزی سے اس میں انحطاط واقع ہوا، اسی عرصہ میں عالم اسلام کو مختلف مقامات اور مختلف اوقات میں ایسے معرکے پیش آئے جن میں اس کو ایمان ویقین، صبر وتحمل اور ثبات و استقامت کی ضرورت بشدت محسوس ہوئی اور جوان صفات کے بغیر جیتے نہیں جاسکتے تھے۔ جب اسلامی طاقتوں کو دھکا لگا اور انہوں نے اس معنوی طاقت کا سہارا لینا چاہا جس کی جگہ مسلمانوں کے دل تھے تو ان کو اچانک یہ معلوم ہوا کہ یہ طاقت عرصہ ہوا گم ہو چکی ہے اور دل کی انگیٹھیاں سرد ہو چکی ہیں۔ اس وقت عالم اسلام کو یہ محسوس ہوا کہ یہ اس نے اس روحانی طاقت کی ناقدری کر کے اور اس سے غفلت برت کر اپنے اوپر بڑا ظلم کیا ہے اس وقت اس نے اپنے ذخیرہ کا جائزہ لیا تو اس کو کوئی ایسی چیز نہ مل سکی جو اس خلا کو پر کر سکے۔

آج عالم اسلام کے قائدین ومفکرین اور اس کی جماعتوں اور حکومتوں کیلئے کرنے کا کام یہ ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں ایمان کا تخم دوبارہ بونے کی کوشش کریں، جذبہ دینی کو پھر متحرک کریں اور پہلی اسلامی دعوت کے اصول وطریق کار کے مطابق مسلمانوں کو ایمان کی دعوت دیں اور اللہ ورسولؐ اور آخرت کے عقیدہ کی پوری طاقت کے ساتھ دوبارہ تبلیغ وتلقین کریں، اس کیلئے وہ سب طریقے استعمال

کریں جو اسلام کے ابتدائی داعیوں نے اختیار کیے تھے، نیز وہ تمام وسائل اور طاقتیں کام میں لائیں جو عصر جدید نے پیدا کر دی ہیں قرآن مجید اور رسول ﷺ کی سیرت اب بھی زندگی اور طاقت کا ایسا سرچشمہ ہے جس سے عالم اسلام کی خشک رگوں میں زندگی کا گرم اور تازہ خون پھر دوڑ سکتا ہے، ان کے مطالعہ اور اثر سے اس جاہلی دنیا کے خلاف بغاوت کا جذبہ ابھرتا ہے اور ان کی تاثیر سے ایک اونگھتی سوتی قوم ایک پرجوش، بے چین اور سرگرم عمل قوم بن جاتی ہے، ان کے اثر سے پھر ایک بار ایمان اور نفاق، یقین اور شک وقتی فوائد اور مستحکم عقائد، موقع پرست ذہنیت اور حق پرست ضمیر، عقل مصلحت بین اور عشق مصلحت سوز کے درمیان پھر معرکہ کارزار گرم ہوتا ہے، پھر جسمانی راحت اور قلب کے سکون، تن آسانی کی زندگی اور شہادت کی موت کے درمیان کشمکش پیدا ہوتی ہے۔ وہ مبارک کشمکش جو ہر پیغمبر نے اپنے اپنے وقت میں پیدا کی تھی اور جس کے بغیر حق و باطل کا فیصلہ اور اس دنیا کی اصلاح و انقلاب کا کوئی کام نہیں ہو سکتا، اس وقت عالم اسلام کے گوشہ گوشہ اور مسلمانوں کے ایک ایک گھر اور ایک ایک خاندان میں ایسے صاحب ایمان نوجوان پیدا ہوں گے جن کی تعریف قرآن مجید میں اس طرح کی گئی ہے ''وہ لوگ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کی ہدایت میں اور ترقی کر دی تھی اور ہم نے ان کے دل مضبوط کر دیئے جب کہ وہ (دین میں) پختہ ہو کر کہنے لگے کہ ہمارا رب تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، ہم تو اس کو چھوڑ کر کسی معبود کی عبادت نہ کریں گے کیونکہ اس صورت میں ہم نے یقیناً بڑی ہی بے جا بات کہی۔ (الکہف: ۱۳،۱۴)'' اس وقت پھر دنیا میں ایک بار بلال وعمار، خباب وخبیب، صہیب ومعصب بن عمیر، عثمان بن مظعون اور انس بن النضر کے جوش ایمانی اور ایثار وقربانی کے نمونے نگاہوں کے سامنے آئیں گے، جنت کی ہوائیں اور قرن اول کے ایمانی جھونکے دوبارہ چلیں گے اور ایک نیا عالم اسلام ظہور میں آئے گا جس سے موجودہ عالم اسلام کو کوئی نسبت نہیں۔ موجودہ عالم اسلام کی بیماری، پریشانی اور بے اطمینانی نہیں بلکہ حد سے بڑھا ہوا اطمینان و سکون، دنیا کی زندگی پر قناعت اور حالات سے مصالحت ہے، آج دنیا کا عالمگیر فساد اور انسانیت کا زوال اور ماحول کی خرابی اس کے اندر کوئی بے چینی پیدا نہیں کرتی، اس کو زندگی کے اس نقشہ میں کوئی چیز غلط اور بے محل نظر نہیں آتی، اس کی نظر اپنے ذاتی مسائل اور مادی فوائد سے آگے نہیں بڑھتی، اس کی موجودہ افسردگی اور مردہ دلی کا سبب صرف یہ ہے کہ اس کا پہلو خلش سے اور اس کا دل تپش سے خالی ہے۔ ؎

طبیب عشق نے دیکھا مجھے تو فرمایا | ترا مرض ہے فقط آرزو کی بے نیشی

اس لئے ضرورت ہے کہ یہ مبارک کشمکش پھر پیدا کی جائے اور اس امت کا سکون برہم کیا جائے، اس کو اپنی ذات اور اپنے مسائل کی فکر کی بجائے (جو جاہلی قوموں کا شعار ہے) انسانیت کا درد وغم، ہدایت و رحمت کی فکر اور آخرت اور محاسبہ الٰہی کا خطرہ پیدا ہو، اس امت کی خیر خواہی اس میں نہیں ہے کہ اس کیلئے سکون و اطمینان کی دعا کی جائے بلکہ اس میں ہے کہ اس کیلئے درد و اضطراب کی دعا کی جائے اور برملا کہا جائے۔ ؎

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے | کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

(''مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر'' سے اقتباس)